نقل ٹائیٹل بار اول

حصہ اول

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا

ازالہ اوہام

فِیۡهِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ

الحمد والمنت کہ بماہ مبارک ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ کتاب جامع معارف قرآنی وشارح اسرار کلام ربّانی از تالیفات مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی

باہتمام وسعی شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند مطبوع گردید

تعداد جلد ۷۰۰

قیمت فی جلد ۸عہ

اے شک کرنیوالو!

آسمانی فیصلہ کی طرف آجاؤ

اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب کے دونوں حصّوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔

اٰمنت باللّٰہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والبعث بعد الموت واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ فاتقوا اللّٰہ ولا تقولوا لست مسلمًا واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون۔

اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے تو آؤ آزمالو خدا کس کے ساتھ ہے اے میرے مخالف الرائے مولویو اور صوفیو! اور سجادہ نشینو! جو مکفر اور مکذب ہو۔ مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ لوگ مِل جُل کر یا ایک ایک آپ میں سے اُن آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہوا کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ تمہیں شرمندہ کریگا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دیگا اور اُسوقت تم دیکھو گے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے؟ کہ اس آزمائش کیلئے میدان میں آوے اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دیکر اُن تعلقات قبولیت میں جو میرا ربّ میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلقات کا موازنہ کرے۔ یاد رکھو کہ خدا صادقوں کا مددگار ہے وہ اُسی کی مدد کریگا جسکو وہ سچا جانتا ہے۔ چالاکیوں سے باز آجاؤ کہ وہ نزدیک ہے۔ کیا تم اُس سے لڑو گے؟ کیا کوئی متکبرانہ اُچھلنے سے درحقیقت اونچا ہو سکتا ہے۔ کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ دوگے اُس ذات سے ڈرو جسکا غضب سب غضبوں سے بڑھکر ہے۔ اِنَّہٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَہَنَّمَ لَا یَمُوْتُ فِیْہَا وَلَا یَحْیٰی۔

المـــــــــــــــــــــــــــتنبّہ

خاکسار غلام احمد قادیانی از لودہیانہ محلہ اقبال گنج

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ص ۱

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ علیٰ قومٍ موجعٍ سیما علے امام الاصفیا و سیّد الانبیاء محمدن المصطفٰی واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اللّٰھم ارزقنا انوار اتباعہ واعطنا ضوءۃ بجمیع انواعہ برحمتك علیہ واشیاعہ

اس سوال کا جواب کہ حضرت مسیح بن مریم نے مُردوں کو زندہ کیا اور اندھوں کو آنکھیں بخشیں بہروں کے کان کھولے ان تمام معجزات میں سے مثیل مسیح نے کیا دکھایا

اس جگہ اوّل تو یہ جواب کافی ہے کہ جس مسیح کے مُسلمان لوگ منتظر ہیں اس کی نسبت ہرگز احادیث میں یہ نہیں لکھا کہ اُس کے ہاتھ سے مُردے زندہ ہوں گے بلکہ یہ لکھا ہے کہ اُس کے دم سے زندے مریں گے
ص ۲ علاوہ اس کے خدائے تعالیٰ نے اسی غرض سے اس عاجز کو بھیجا ہے کہ تا رُوحانی طور پر مُردے زندہ کیے جائیں بہروں کے کان کھولے جائیں اور مجذوموں کو صاف کیا جائے اور وہ جو قبروں میں ہیں باہر نکالے جائیں اور نیز یہ بھی وجہ مماثلت ہے کہ جیسے مسیح بن مریم نے انجیل میں توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز اصلی پیش کیا تھا اسی کام کے لیے یہ عاجز مامور ہے تا غافلوں کے سمجھانے کے لیے قرآن شریف کی اصلی تعلیم پیش کی جائے مسیح صرف اسی کام کے لیے آیا تھا کہ توریت کے احکام شدّ و مد کے ساتھ ظاہر کرے ایسا ہی یہ عاجز بھی اسی کام کیلئے بھیجا گیا ہے کہ قرآن شریف کے احکام بوضاحت بیان کر دیوے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مسیح موسیٰ کو دیا گیا اور یہ مسیح مثیل موسیٰ کو عطا کیا گیا سو یہ تمام مشابہت تو ثابت ہے اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونیوالے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مریگا وہ زندگی
ص ۳ بخش باتیں جو مَیں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے مُنہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ مَیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لیے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے دُوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جُرم کا کوئی عذر نہیں

کہ تم نے اس کے سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا سو تم مقابلہ کے لیے جلدی نہ کرو اور دیدہ و دانستہ اس الزام کے نیچے اپنے تئیں داخل نہ کرو جو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تقف ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا۔ بدظنی اور بدگمانی میں حد سے زیادہ مت بڑھو ایسا نہ ہو کہ تم اپنی باتوں سے پکڑے جاؤ اور پھر اس دُکھ کے مقام میں تمہیں یہ کہنا پڑے کہ ما لنا لا نری رجالا نعدھم من الاشرار۔

آں نہ دانائی بود کز ناشکیبائی نفس — خویشتن را زود تر بر ضد وانکار آورد
صبر باید طالبِ حق را کہ تخم اندر جہاں — ہر چہ پنہاں خاصیت دارد ہماں بار آورد
ص۴ اندکے نورِ فراست باید ایں جا مرد را — تا صداقت خویشتن را خود باظہار آورد
صادقاں را صدق پنہانی نمے ماند نہاں — نورِ پنہاں بر جبینِ مرد انوار آورد
ہر کہ از دستِ کسے خور داست کاساتِ وصال — ہر زماں رویش سرورِ واصل یار آورد

اے مسلمانو اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اس کی بناڈالی بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہوگئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی خدائے تعالیٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے مگر اس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اُٹھا لیا سو شکر کرو اور خوشی سے اُچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آگیا۔ خدائے تعالیٰ اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں ص۵ کے خونوں سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع کرنا نہیں چاہتا وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پرانے قصوں کا ذخیرہ ہو جس میں موجودہ برکت کچھ بھی نہ ہو وہ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی طرف سے نور بھیجتا ہے کیا اندھیری رات کے بعد نئے چاند کے چڑھنے کی انتظار نہیں ہوتی کیا تم سلخ کی رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھ کر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے۔ افسوس کہ تم اس دُنیا کے ظاہری قانونِ قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو مگر اس رُوحانی قانون فطرت سے جو اسی کا ہم شکل ہے بکلّی بے خبر ہو۔

اے نفسانی مولویو اور خشک زاہدو تم پر افسوس کہ تم آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں بلکہ چاہتے ہو کہ ہمیشہ بند ہی رہیں اور تم پیرِ مغاں بنے رہو اپنے دلوں پر نظر ڈالو اور اپنے اندر کو ٹٹولو کیا تمہاری زندگی دُنیا پرستی سے منزہ ہے کیا تمہارے دلوں پر وہ زنگار نہیں جس کی وجہ سے تم ایک تاریکی میں پڑے ہو کیا تم ان فقیہوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں

ص لگے ہوتے تھے پھر کیا یہ سچ نہیں کہ تم مثیل مسیح کے لیے مسیحی مشابہت کا ایک گونہ سامان اپنے ہاتھ سے ہی پیش کر رہے ہو تا خدائے تعالیٰ کی حجت ہر یک طور سے تم پر وارد ہو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر کا مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے بہت سے لوگ مشرق اور مغرب سے آئیں گے اور اس خوان نعمت سے حصّہ لیں گے لیکن تم اسی زنگ کی حالت میں ہی مرو گے کاش تم نے کچھ سوچا ہوتا۔

اور مشابہت کے لیے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کیے جاتے ہیں اس بارے میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں احیاء روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے اور اُس کا ظہور ہوگا ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو اُن حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افترا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض ص اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں کیا تالاب کا قصّہ مسیحی معجزات کی رونق دُور نہیں کرتا؟ اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابلِ افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکل نہیں سکیں انہوں نے یہودا اسکریوطی کو بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے آخر وہ محروم رہ گیا اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دیدی تھیں اور بہشت کے دروازے کسی پر بند ہونے یا کھلنے اسی کے اختیار میں رکھے تھے مگر پطرس جس آخری کلمہ کے ساتھ حضرت مسیح سے الوداع ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مسیح کے روبرو مسیح پر لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اِس شخص کو نہیں جانتا۔ ایسی ہی اور بھی بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو صحیح نہیں نکلیں مگر یہ بات الزام کے لائق ص نہیں کیونکہ امور اخباریہ کشفیہ میں اجتہادی غلطی انبیاء سے بھی ہو جاتی ہے حضرت موسیٰ کی بعض پیشگوئیاں بھی اِس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں اُمید باندھ لی تھی غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں اوروں سے زیادہ غلط نکلیں مگر یہ غلطی نفس الہام میں نہیں بلکہ سمجھ اور اجتہاد کی غلطی ہے چونکہ انسان تھے اور انسان کی رائے خطا اور صواب دونوں کی طرف جا سکتی ہے اس لیے اجتہادی طور پر یہ لغزشیں پیش آ گئیں۔

اس مقام میں زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں نہیں دیکھتے کہ وہ تو کھلے کھلے انکار کیے جاتے ہیں چنانچہ ہیرودیس کے سامنے حضرت مسیح

جب پیش کیے گئے تو ہیرودیس مسیح کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ اسے اس کی کوئی کرامات دیکھنے
ص۹ کی امید تھی پر ہیرودیس نے ہر چند اس بارہ میں مسیح سے بہت درخواست کی لیکن اُس نے کچھ جواب
نہ دیا تب ہیرودیس اپنے تمام مصاحبوں کے سمیت اس سے بے اعتقاد ہو گیا اور اُسے ناچیز ٹھہرایا۔ دیکھو
لوقا باب ۲۳۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ اگر حضرت مسیح میں اقتداری طور پر جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے معجزہ نمائی کی قوت ہوتی تو ضرور حضرت مسیح ہیرودیس کو جو ایک خوش اعتقاد آدمی اور ان کے وطن کا بادشاہ تھا کوئی معجزہ دکھاتے مگر وہ کچھ بھی دکھا نہ سکے بلکہ ایک مرتبہ فقیہوں اور فریسیوں نے جن کی قیصر کی گورنمنٹ میں بڑی عزت تھی حضرت مسیح سے معجزہ مانگا تو حضرت مسیح نے انہیں مخاطب کر کے پُراشتعال اور پُرغضب الفاظ سے
ص۱۰ فرمایا کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں٭ پر یونس نبی کے نشان کے سوائے کوئی نشان اُنہیں دکھایا نہیں جائیگا دیکھو متی باب ۱۲۔ آیت ۳۹۔ اور حضرت مسیح نے یونس نبی کے نشان کی طرف جو اشارہ فرمایا تو اس سے حضرت مسیح کا یہ مطلب تھا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں
ص۱۱ ہلاک نہیں ہوا بلکہ زندہ رہا اور زندہ نکل آیا ایسا ہی مَیں بھی صلیب پر نہیں مروں گا اور نہ قبر میں مُردہ داخل ہوں گا۔

ہم اور ہمارے نکتہ چین

ص۱۲ بعض صاحبوں نے نکتہ چینی کے طور پر اس عاجز کی عیب شماری کی ہے اور اگرچہ انسان عیب سے خالی نہیں اور حضرت مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ مَیں نیک نہیں ہوں نیک ایک ہی ہے یعنی خدا۔

٭ حاشیہ:۔ اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ متی باب ۲۳ آیت ۲ میں وہ فرماتے ہیں کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہوتے ہیں یعنی
ص۱ بڑے بزرگ ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لوگ یہودیوں کے مقتدا کہلاتے تھے اور قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسوں میں بٹھاتے جاتے تھے پھر باوجود ان سب باتوں کے اُنہیں فقیہوں اور فریسیوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح نے نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال کیے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان یہودیوں کے معزز بزرگوں نے نہایت نرم اور مؤدبانہ الفاظ سے سراسر انکساری طور پر حضرت مسیح کی خدمت میں یُوں عرض کی کہ اے اُستاد ہم تم سے ایک نشان دیکھا چاہتے ہیں اس کے جواب میں حضرت مسیح نے اُنہیں مخاطب کر کے یہ الفاظ استعمال کیے کہ اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں الخ اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ وہ اُن معزز بزرگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے

لیکن چونکہ ایسی نکتہ چینیاں دینی کارروائیوں پر بد اثر ڈالتی ہیں اور حق کے طالبوں کو رجوع لانے سے روکتی ہیں۔ اس لیے برعایت اختصار بعض نکتہ چینیوں کا جواب دیا جاتا ہے۔

پہلی نکتہ چینی:۔ اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے رسولِ کریم کی بے ادبی کی اور پُر دشنام تالیفات شائع کر دیں قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سبّ اور شتم سے یاد مت کرو تا وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدائے تعالیٰ کی نسبت سبّ و شتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ پر خلافِ طریق ماموریہ کے سبّ و شتم سے کام لیا گیا۔ **اما الجواب** پس واضح ہو کہ

صـ۱۳ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کیے ہیں اور در حقیقت سبّ و شتم میں داخل ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر یک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازمِ حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصوّر کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جاتے اور اگر ہر یک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور

صـ۱۴ تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑیگا کہ سارا قرآن شریف

صـ۱۱ بقیہ ✽ حاشیہ ✽:۔ رہے۔ کبھی انہیں کہا اے سانپو اے سانپ کے بچّو دیکھو متی باب ۲۳۔ آیت ۳۳ کبھی اُنہیں کہا اندھے دیکھو متی باب ۱۵ آیت ۱۴ کبھی انہیں کہا اے ریاکارو دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۳ کبھی انہیں نہایت فحش کلمات سے یہ کہا کہ کنجریاں تم سے پہلے خدائے تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہوتی ہیں اور کبھی ان کا نام سؤر اور کُتّا رکھا دیکھو متی باب ۲۱۔ آیت ۳۱۔ اور کبھی انہیں احمق کہا دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۷۔ کبھی انہیں کہا کہ تم جہنمی ہو دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۶۔ حالانکہ آپ ہی حلم اور خلق کی نصیحت دیتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے بھائی کو احمق کہے جہنم کی آگ کا سزاوار ہوگا۔ اس اعتراض کا جواب ان مطاعن کے جواب میں دیا جائیگا جو تہذیب کے بارے میں بعض خوش فہم آدمیوں نے اس عاجز کی نسبت کیے ہیں:۔

منہ

گالیوں سے پُر ہے کیونکہ جو کچھ بُتوں کی ذلّت اور بُت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کیے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سننے سے بُت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصّہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدائے تعالیٰ کا کفار مکّہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ انتم وما تعبدون حصب جہنّم معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے کیا خدائے تعالےٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شرالبریہ قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے اُنہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کے رُو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا کیا خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں واغلظ علیھم نہیں فرمایا کیا مومنوں کی علامات میں اشداء علی الکفار نہیں رکھا گیا کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سؤر اور کُتّے کے نام سے پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرماں روا ہیرودیس
۱۵ کا لومڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کے عزت دار اور قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے ان کریہہ اور نہایت دل آزار اور خلافِ تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرامزادے ہو حرامکار ہو شریر ہو بدذات ہو بے ایمان ہو احمق ہو ریاکار ہو شیطان ہو جہنمی ہو تم سانپ ہو سانپوں کے بچے ہو کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں اس سے ظاہر ہے کہ معترض کا اعتراض نہ صرف مجھ پر اور میری کتابوں پر بلکہ درحقیقت معترض نے خدائے تعالیٰ کی ساری کتابوں اور سارے رسولوں پر نہایت درجہ کے جلے سڑے دل کے ساتھ حملہ کیا ہے اور یہ حملہ انجیل پر سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اُس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے مارنے کے لیے پتھر اُٹھائے
۱۱ اور سردار کاہن کی بے ادبی سے حضرت مسیح نے اپنے مُونہہ پر طمانچے بھی کھائے اور جیسا کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ مَیں صلح کرانے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں سو انہوں نے زبان کی تلوار ایسی چلائی کہ کسی نبی کے کلام میں ایسے سخت اور آزاردہ الفاظ نہیں جیسے انجیل میں ہیں۔ اس زبان کی تلوار چلنے سے آخر مسیح کو کیا کچھ آزار اُٹھانے پڑے ایسا ہی حضرت یحیٰی نے بھی یہودیوں کے فقیہوں اور بزرگوں کو سانپوں کے بچے کہہ کر ان کی شرارتوں اور کارسازیوں سے اپنا سر کٹوایا مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ مقدس لوگ پرلے درجے کے غیر مہذب تھے کیا زمانہ حال کی موجودہ تہذیب کی ان کو بُو بھی نہیں پہنچی تھی اس سوال کا جواب ہمارے سیّد و مولیٰ مادر و پدرم برا و فدا باد حضرت خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین پہلے سے دے چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب یہ آیتیں اُتریں کہ مشرکین رجس ہیں پلید ہیں شرالبریہ ہیں سفہا

ص۱۷ ہیں اور ذریت شیطان ہیں اور ان کے معبود وقود النار اور حصب جہنم ہیں تو ابو طالب نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور
قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی، تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے
بزرگوں کو شر البریہ کہا اور ان کے قابلِ تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور وقود النار رکھا اور عام طور پر ان سب
کو رجس اور ذریت شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور
دشنام دہی سے باز آجا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب
میں کہا کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور
یہی تو کام ہے جس کے لیے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لیے
اس موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے میں موت کے ڈر سے اظہارِ حق سے رک
ص۱۸ نہیں سکتا اور اے چچا اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تو مجھے پناہ میں رکھنے سے
دست بردار ہو جا بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا مجھے
اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر
بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں یہ خوف کی جگہ نہیں۔ بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے
کہ اس کی راہ میں دکھ اٹھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور
نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہو رہی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر ختم کر چکے تو
حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابو طالب کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ میں تیری اس اعلیٰ حالت
سے بے خبر تھا تو اور ہی رنگ میں اور اور ہی شان میں ہے۔ جا اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں
ص۱۹ جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا اب حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابو طالب کے اعتراض کا خود اپنی زبان مبارک سے جواب دیا درحقیقت وہی جواب ہر یک
معترض کے ساکت کرنے کے لیے کافی و وافی ہے کیونکہ دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو

ص۱۸ حاشیہ٭۔ یہ سب مضمون ابوطالب کا قصہ اگرچہ کتابوں میں درج ہے مگر یہ تمام عبارت الہامی
ص۱۹ ہے جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے دل پر نازل کی صرف کوئی کوئی فقرہ تشریح کے لیے اس
عاجز کی طرف سے ہے اس الہامی عبارت سے ابو طالب کی ہمدردی اور دلسوزی ظاہر ہے لیکن بکمال یقین
یہ بات ثابت ہے کہ یہ ہمدردی پیچھے سے انوار نبوت و آثار استقامت دیکھ کر پیدا ہوئی تھی ہمارے
سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو چالیس برس ہے بیکسی اور پریشانی اور یتیمی میں بسر

وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دُوسری شے ہے ہریک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی
ص۲۰ بات کو پُورے پُورے طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سُن کر افروختہ
ہو تو ہوا کرے ہمارے علماء جو اس جگہ لاتسبوا کی آیت پیش کرتے ہیں مَیں حیران ہوں کہ اس آیت کو ہمارے
مقصد اور مدّعا سے کیا تعلق ہے۔ اِس آیت کریمہ میں تو صرف دُشنام دہی سے منع فرمایا گیا ہے نہ یہ
ص۲۱ کہ اظہارِ حق سے روکا گیا ہو اگر نادان مخالف حق کی مرارت اور تلخی کو دیکھ کر دشنام دہی کی صورت
میں اس کو سمجھ لیوے اور پھر مشتعل ہو کر گالیاں دینی شروع کرے تو کیا اس سے امر معروف کا دروازہ
بند کر دینا چاہیے کیا اس قسم کی گالیاں پہلے کفار نے کبھی نہیں دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق
ص۲۲ کی تائید کے لیے صرف الفاظ سخت ہی استعمال نہیں فرمائے بلکہ بُت پرستوں کے اُن بتوں کو جو اُنکی
نظر میں خدائی کا منصب رکھتے تھے اپنے ہاتھ سے توڑا بھی ہے اسلام نے مداہنہ کو کب جائز رکھا اور
ص۲۳ ایسا حکم قرآن شریف کے کس مقام میں موجود ہے بلکہ اللہ جلّ شانہٗ مداہنہ کی ممانعت میں صاف
فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنے باپوں یا اپنی ماؤں کے ساتھ بھی اُن کی کفر کی حالت میں مداہنہ کا برتاؤ کریں وہ بھی

بقیہ ⁂ حاشیہ ⁂ ۔ کیا تھا کسی خویش یا قریب نے اُس زمانہ تنہائی میں کوئی حق خویشی اور قرابت کا ادا نہیں
کیا تھا یہاں تک کہ وہ رُوحانی بادشاہ اپنی صغر سنی کی حالت میں لاوارث بچوں کی طرح بعض بیابان
نشین اور خانہ بدوش عورتوں کے حوالہ کیا گیا اور اسی بیکسی اور غریبی کی حالت میں اس سیّد الانام
ص۲۰ نے شیرخوارگی کے دن پورے کیے اور جب کچھ سن تمیز پہنچا تو یتیم اور بیکس بچوں کی طرح جن کا دنیا میں کوئی
بھی نہیں ہوتا ان بیابان نشین لوگوں نے بکریاں چرانے کی خدمت اُس مخدوم العالمین کے سپرد کی اور اِس
تنگی کے دنوں میں بجز ادنیٰ قسم کے اناجوں یا بکریوں کے دُودھ کے اور کوئی غذا نہ تھی جب سِن بلوغ پہنچا تو آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے لیے کسی چچا وغیرہ نے باوجود آنحضرت کے اوّل درجہ کے حسن و جمال
کے کچھ فکر نہیں کی بلکہ پچیس برس کی عمر ہونے پر اتفاقی طور پر محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک مکہ
کی رئیسہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے پسند کر کے آپ سے شادی کر لی یہ نہایت تعجب کا مقام
ص۲۱ ہے کہ جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابوطالب اور حمزہ اور عباس جیسے موجود
تھے اور بالخصوص ابوطالب رئیس مکہ اور اپنی قوم کے سردار بھی تھے اور دنیوی جاہ و حشمت و دولت و مقدرت
بہت کچھ رکھتے تھے مگر باوجود ان لوگوں کی ایسی امیرانہ حالت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ایام
بڑی مصیبت اور فاقہ کشی اور بے سامانی سے گزرے یہاں تک کہ جنگلی لوگوں کی بکریاں چرانے تک نوبت
پہنچی اور اس دردناک حالت کو دیکھ کر کسی کے آنسو جاری نہیں ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اُن جیسے ہی بے ایمان ہیں اور کفار مکہ کی طرف سے حکایت کر کے فرماتا ہے ودّوا لو تدھن فیدھنون یعنی اس بات کو کفار مکہ دوست رکھتے ہیں کہ اگر تو حق پوشی کی راہ سے نرمی اختیار کرے تو وہ بھی تیرے دین میں ہاں میں ہاں ملا دیا کریں مگر ایسا ہاں میں ہاں ملانا خدائے تعالیٰ کو منظور نہیں۔ غرض آیت قرآنی جو معترض نے پیش کی ہے وہ اگر کسی بات پر دلالت کرتی ہے تو صرف اسی بات پر کہ معترض کو کلام الٰہی کے سمجھنے کی مس تک نہیں، نہیں خیال کرتا کہ اگر یہ آیت ہر یک طور کی سخت زبانی سے متعلق سمجھی جائے تو پھر امر معروف اور نہی منکر کا دروازہ بند ہو جانا چاہیے اور نیز اس صورت میں خدائے تعالےٰ کا کلام دو متناقض امروں کا جامع ماننا پڑے گا یعنی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اول تو اس نے ہر یک طور کی سخت کلامی
ص۲۴ سے منع فرمایا اور ہر یک محل میں کفار کا دل خوش رکھنے کے لیے تاکید کی اور پھر آپ ہی اپنے قول کے مخالف کارروائی شروع کر دی اور ہر یک قسم کی گالیاں منکروں کو سنائیں بلکہ گالیاں دینے کے لیے تاکید کی سوجاننا چاہیے کہ جن مولویوں نے ایسا خیال کیا ہے کہ گویا عام طور پر ہر یک سخت کلامی سے خدائے تعالےٰ منع فرماتا ہے یہ اُن کی اپنی سمجھ کا ہی قصور ہے ورنہ وہ تلخ الفاظ جو اظہار حق کے لیے ضروری ہیں اور اپنے ساتھ اپنا ثبوت رکھتے ہیں وہ ہر یک مخالف کو صاف صاف سُنا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجبات وقت سے ہے تا مداہنہ کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ خدائے تعالےٰ کے برگزیدہ بندے ایسی سخت تبلیغ کے وقت میں کسی لاعن کی لعنت اور کسی لائم کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرے کیا معلوم نہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جس قدر مشرکین کا کینہ ترقی کر گیا تھا اس کا اصل باعث وہ سخت الفاظ ہی تھے جو ان نادانوں نے دشنام کی صورت پر سمجھ لیے تھے جن کی وجہ سے
ص۲۵ آخر لسان سے سنان تک نوبت پہنچی ورنہ اوّل حال میں تو وہ لوگ ایسے نہیں تھے بلکہ کمال اعتقاد سے

بقیہ حاشیہ :۔ کی عمر شباب پہنچنے کے وقت کسی چچا کو خیال تک نہیں آیا کہ آخر ہم بھی تو باپ ہی کی
ص۲۲ طرح ہیں شادی وغیرہ امور ضروریہ کے لیے کچھ فکر کریں حالانکہ ان کے گھر میں اور اُن کے دوسرے اقارب میں بھی لڑکیاں تھیں سو اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر سرد مہری ان لوگوں سے کیوں ظہور میں آئی اسکا واقعی جواب یہی ہے کہ ان لوگوں نے ہمارے سید و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک لڑکا یتیم ہے جسکا باپ نہ ماں ہے بے سامان ہے جسکے پاس کسی قسم کی جمعیت نہیں نادار ہے جس کے ہاتھ پلے کچھ بھی نہیں ایسے مصیبت زدہ کی ہمدردی سے فائدہ ہی کیا ہے اور اس کو اپنا داماد بنانا تو گویا اپنی لڑکی کو تباہی میں ڈالنا ہے مگر اس بات کی خبر نہیں تھی کہ وہ ایک شہزادہ اور روحانی بادشاہوں کا سردار ہے جس کو دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں دی جائیں گی۔ منہ